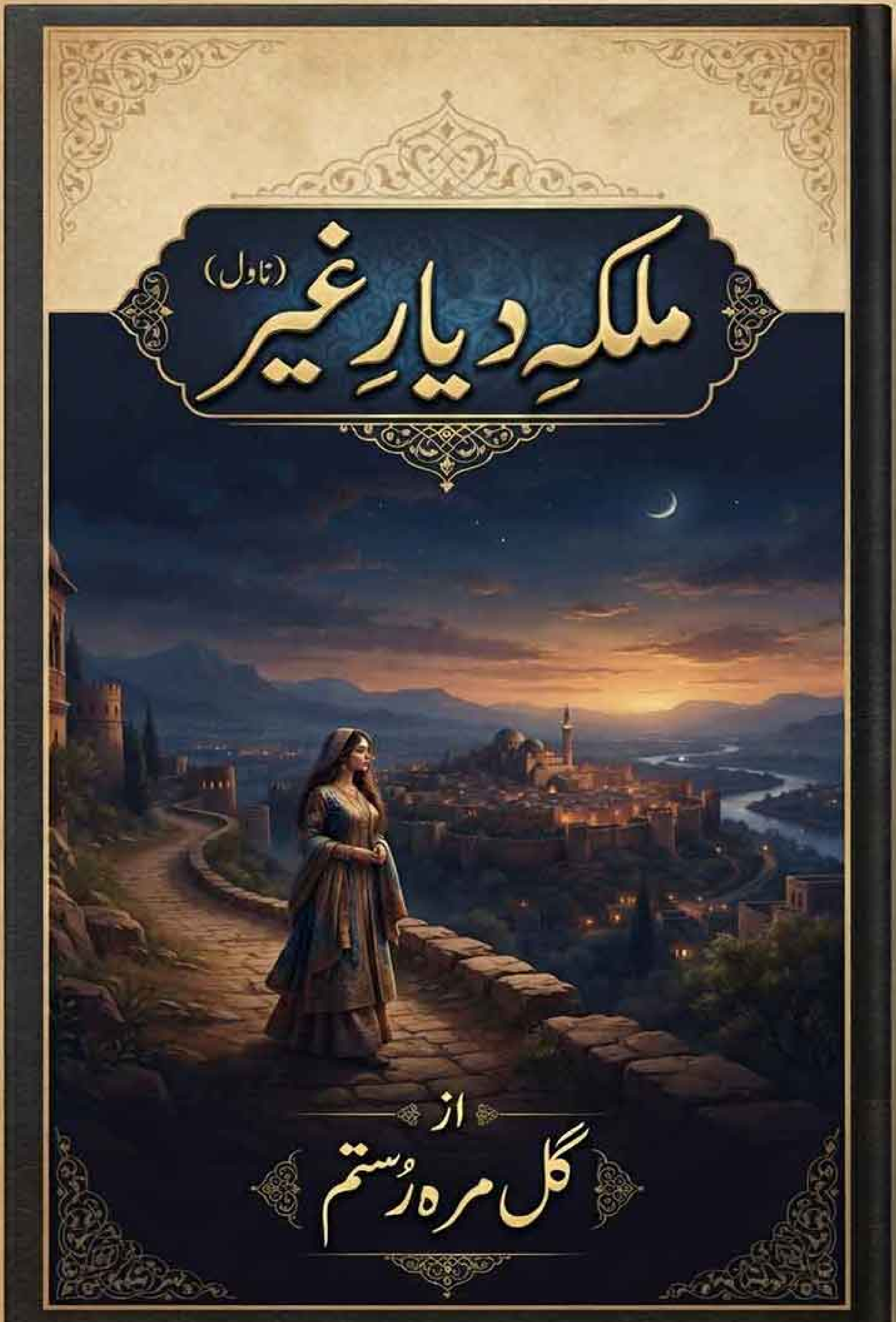
(ناول)
ملکہِ دیارِ غیر
از
گل مرہ رُستم

وہ کچن میں ناشتے کے برتن ڈش واشر میں ڈال رہی تھی اور ساتھ ساتھ بڑبڑا راہی تھی صبح ہی اسکی شوہر کے ساتھ منہ ماری ہو گئی۔

"نا عزت دو نا قدر بس سارا دن کچن میں گھسی رہتی ہوں میں" ڈش واشر سیٹ کر کے سیدھی ہوئی تو کیبینٹ کے شیشے میں اپنا عکس نظر آیا بکھرے بال تھکا چہرہ اور بھی زیادہ کوفت ہوئی۔

"پتہ نہیں سارا نے ابھی تک کوئی کام والی کیوں نہیں بھیجی" جھنجھلاتی ہوئی آمنہ لاؤنج کا بکھیڑا سمیٹنے لگی دو دن پہلے اسکی کام والی سے ان بن ہو گئی اور وہ کام چھوڑ کر چلی گئی دو دن میں ہی گھر کے کام نبٹا نبٹا کر اسکی عقل ٹھکانے آگئی اتنے بڑے گھر کی صفائی اسکے بس سے باہر کی بات

تھی کھانا تو وہ پہلے ہی خود بناتی تھی لیکن اب کپڑے دھونا استری کرنا اکبر کے کپڑے تو دھوبی کے پاس جاتے لیکن وہ اپنے اور بچوں کے خود استری کرتی ان سب کاموں میں کام والی اسکا ہاتھ بتاتی لیکن اب تو سب کام اس پر تھے اور وہ تھی کہ ہلکان ہوئی جا رہی تھی اور اکبر سے بھی صبح خوب لڑائی کی کے میں اب اور نہیں کر سکتی اب وہ بیچارہ کیا کرتا آفس کے لئے دیر ہو رہی تھی اس لیے کچھ بولے بغیر ہی نکل گیا جس سے آمنہ کو اور بھی زیادہ تپ چڑھ گئی ابھی ظہر کے قریب وہ تھوڑی فارغ ہوکر نماز پڑھ کر دعا مانگ رہی تھی کہ بیل بجی دعا سے فارغ ہوکر باہر آئی تو سارا کے ساتھ ایک اور نو وارد کو دیکھا وہ یقیناً کام کے لیے آئی تھی جو چپ چپ سر جھکائے بیٹھی تھی آمنہ سارا سے گلے ملی اور جب اس لڑکی سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس نے اپنا چہرہ اٹھایا ایک دو تین ، تین سیکنڈ لگے

تھے اسے پہنچاننے میں اس لڑکی کی آنکھوں میں بھی ایک شناسائی سی ابھری اور ایک خوشی کی لہر

" ارے ملکہ تم یہاں " وہ لڑکی آمنہ کے سامنے اٹھ کھڑی ہوئی تو آمنہ اس سے بغل گیر ہوئی وہ چھوٹی آنکھوں والی گول بے رونق چہرہ لیے بہت ہی پرانے کپڑے پہنے لیکن صاف ستھرے حال میں تھی آنکھوں کے نیچے ہلکے

چہرے پہ چھائیاں

"تم جانتی ہو اسے" سارا نے حیرت سے پوچھا

"ہاں یہ تو مانو میرے گھر کے بچوں کی طرح تھی اتنی ذہین سعد کو پڑھانے ٹیوشن ٹیچر آتے تھے کچھ پوچھتے تو جواب یہ دیتی" آمنہ مسکرا مسکرا کر بتا رہی تھی اور سارا بھی حیرت سے دیکھ رہے تھی

"مجھے لگا تمہاری شادی ہو گئی ہے اور یہاں سے کہیں اور چلی گئی ہو تم لوگوں نے تو اطنا ذاتی گھر لینا تھا ناں"
اچانک سے آمنہ کو یاد آیا تو پوچھا آمنہ نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ ملکہ کو اس حال میں بھی دیکھے گی اسکا دل بہت دکھا

"جی باجی میں نے اور کہاں ہونا ہے جہاں میری اوقات تھی وہیں پر آج بھی بیٹھی ہوں" بہت ہی نم لہجے میں کہتی اس نے اپنی پلکیں جھکائیں گویا آنسو پی رہی ہو

"لیکن تمہاری شادی ہو گئی تھی تو پھر" آمنہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے پوچھے کہ اُسکے ماہ و سال کیسے گزرے اور یہ اس حال میں کیسے پہنچی۔

سارا بھی خاموشی سے دونوں کے چہرے تک رہے تھی وہ تو بس اتنا جانتی تھی کہ ملکہ بہت سخت حالات سے گزر رہی ہے اسی لیے امنہ کے کہنے پر اسے یہاں لے آئی۔

"میرے نصیب نے بہت اونچائی سے پٹخ کے مارا ہے"
اسکی چھوٹی چھوٹی اجڑی آنکھوں میں درد سا ابلنے لگا لیکن ہونٹوں پر ایک اداس سی مسکراہٹ ابھری اس نے آنکھیں میچیں اور شاید کسی سفر پر روانہ ہو گئی وقت کے سفر پر بہت سال پیچھے

وہ ساتھ سالہ لڑکی دروازے کے پیچھے چھپی اندر بیٹھے بچے کو پڑھتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"تو اب بتاؤ پلانٹس اپنی خوراک کیسے بناتے ہیں؟" استاد جو پچھلے آدھے گھنٹے سے اس اونگتے بچے کو سمجھا رہا تھا اب کوفت اور بیزاری اسکے چہرے پر واضح تھی۔

"کون سے پلانٹس؟" بچے نے الٹا سوال کیا استاد کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"فوٹو سینتھسز" دروازے کے پیچھے کھڑی اس چھوٹی آنکھوں گورے گول چہرے پھولے گالوں والی بچی کی آواز آئی استاد نے چونک کر دیکھا بچی اُستاد کو متوجہ پا کر بھاگنے لگی۔

"ارے بیٹا رکو ادھر آؤ" استاد نے آواز دی وہ گھبراتے ہوئے کمرے کے اندر آئی استاد نے اسے بٹھایا وہ بچہ بھی اب انکی طرف متوجہ تھا

"آپ کب سے کھڑی سن رہی ہیں ؟" استاد نے پوچھا۔

"جب سے آپ نے پلانٹس والا سبق شروع کیا "وہ اپنی باریک سی آواز میں سر جھکا کر بولی لیکن لہجے میں اعتماد تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ ایک پلانٹ کا بیج کہاں سے بنتا ہے ؟" استاد نے وہی سوال پوچھا جو وہ تھوڑی دیر پہلے بچے کو سمجھا رہے تھے ۔

"پھول سے " بچی نے جواب دیا استاد مسکرائے بچہ بھی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا استاد نے دو چار ایسے ہی سوال اور بھی پوچھے تمام سوالوں کے جواب صحیح ملے

"اب سے روز آپ سعد کے ساتھ بیٹھ کر پڑھیں گی " ملکہ بہت خوش ہوئی یہ سن کر اور زور زور سے سر ہلانے لگی کتنا شوق تھا اسے سکول جانے کا اکرام سر جب گھر سے باہر نکل رہے تھے تو ملکہ کی ماں باہر پوچا لگا رہی تھی اکرام سر کو دیکھ کر منہ چھپا کر دوسری طرف نکلنے لگی کہ سر نے پکارا ۔

"ملکہ پڑھائی میں بہت اچھی ہے اور اسے شوق بھی ہے آپ اسے اسکول بھجوا دیں یہاں پاس ہی ایک سکول ہے اسکو وہاں داخل کروا دیں"۔

ملکہ کی ماں شیرین بی پہلے تو سنتی رہی پھر بولی

"صاحب ہمارا گزارہ مشکل سے ہوتا ہے کہاں سے پڑھائیں انکو"ٹوٹی پھوٹی اُردو میں جواب دیا

لیکن کسی طرح انہیں منا کر اکرام سر نے لڑکیوں کے سرکاری سکول میں داخلہ کروا دیا جس گھر میں شیریں بی کام کرتی تھی وہاں کی مالکن ہاجرہ نے اس کے سکول کی وردی اور کتابیں خرید کر دیں۔

ملکہ تو خوشی سے پھولے نہیں سما پا رہی تھی سکول جا کر اندازہ ہوا وہ بہت ذہین تھی ہر سال پوری کلاس میں پوزیشن لے آتی تھی بلا کا اعتماد تھا نصابی اور غیر نصابی

سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتی تھی لیکن اب گھر میں
ایک بھائی اور چار بہنوں کی کفالت شیریں بی کے لیے
مشکل ہو رہی تھی جیسے تیسے کر کے بڑی دو بیٹیوں کی
شادیاں کر دیں جو سال دو سال میں ایک چکر لگاتی تھیں
لیکن پھر بھی ضروریات زیادہ تھیں اس لیے گیارہ بارہ
سال کے ہوتے ہی شیریں بی کے بیٹے نے بھی کام شروع
کر دیا لیکن اس حال میں بھی ملکہ کے سکول کا خرچہ اٹھانا
مشکل تھا اس لیے اب وہ پریشان رہنے لگی نہ کتابیں پوری
مل رہی تھی نہ ہی غیر نصابی سرگرمیوں کا خرچہ پورا کر پا
رہے تھی گھر میں جتنی کمائی آتی اتنے لوگوں کی ضرورتیں
پوری کرنا مشکل تھا کُجا کہ اسکے اضافی خرچے اُٹھائے
جاتے گھر بھی اپنا نہ تھا افغان مہاجر ہونے کی وجہ سے
ایک پلاٹ میں کچا سا گھر بنا تھا پلاٹ کا مالک ہر ماہ بجلی
گیس کا کرایہ وصول کرنے آجاتا انھی پریشانیوں میں گھری

شیریں بی بیمار رہنے لگی اور مجبوراً ملکہ کو سکول چھوڑنا پڑا اس لیے انکی جگہ کام پر ملکہ چلی گئی ہاجرہ باجی کی بیٹی کی شادی قریب تھی اس لیے انکے کام اب بہت تھے۔

"ملکہ بیٹا آمنہ باجی کو چائے دینے اوپر جاؤ اور انکے کمرے سے استری کے کپڑے بھی لے کر آنا" ہاجرہ نے ملکہ کو چائے پکڑائی ملکہ چائے لے کر اوپر آئی دروازہ کھلا تھا آمنہ کمپیوٹر پر کوئی اسائنمنٹ تیار کر رہے تھی وہ شادی سے پہلے اس کام سے فارغ ہو جانا چاہتی تھی۔

"ارے ملکہ تم کب آئی کتنی بڑی ہو گئی ہو "سر پر دوپٹہ نماز سٹائل میں لیے اس نے شرماتے ہوئے کپ آمنہ کے سامنے رکھا اور کمپیوٹر سکرین کی طرف دیکھنے لگی آمنہ نے اسکی نظروں کا زاویہ دیکھا۔

"تمہیں پسند ہے کمپیوٹر" آمنہ نے کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگایا ملکہ نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"ہمارے سکول میں بھی ہے میری ٹیچر بھی بہت اچھی ہے" اس نے بڑے فخر سے کہا۔

" اچھا تو تمہیں بھی کمپیوٹر چلانا آتا ہے؟" آمنہ نے کپ رکھ کر بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں" اس نے اداسی سے کہا۔

"تو سکول والے سکھاتے نہیں ؟" آمنہ نے اچھنبے سے پوچھا۔

"سکھاتے ہیں لیکن اسکے لیے ایک ہزار روپے فیس دینی پرتی ہے" کہہ کر وہ لب کاٹنے لگی آمنہ معاملہ سمجھ گئی

جلدی سے اٹھ کر الماری سے اپنا بیگ نکالا اور اس میں سے ہزار کا نوٹ نکال کر ملکہ کے ہاتھ تھمایا۔

"کل سکول جاتے ہی تم نے ٹیچر کو فیس دینی ہے اور کمپیوٹر کی کلاس لینی ہے اور اگلی بار بھی میں دونگی فیس ٹھیک ہے تمہیں جب بھی ضرورت ہو میرے پاس آجانا" کہتے ہوئے آمنہ نے اسکا گال تھپتھپایا ملکہ خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی وقت گزرتا گیا اور آمنہ کی شادی ہو گی ملکہ وہاں بھی اس سے ملنے جاتی تھی لیکن اب ملکہ کے بھائی کی شادی ہوگئی جو جمع پونجی تھی بھائی کی شادی پر خرچ ہوگئے اور الٹا قرضہ بھی چڑھا انکے ہاں رواج تھا کہ جس لڑکی کا رشتہ مانگا جاتا اسکا باپ ایک رقم لڑکے سے وصول کر کے اپنی بیٹی دیتا اور وہ رقم لاکھوں میں ہوتی شیریں بی پیسے جمع کرتی اور لڑکا بھی جو کماتا اسے اپنے اوپر خرچ کرنے کے بجائے اپنی من پسند لڑکی کے لیے بچا کر

رکھتا پہلے اگر تھوڑا بہت بھی کچھ ملتا اب تو وہ بھی ملنے سے رہا اس لیے مجبوراً اب ملکہ کو بھی کام کرنا پڑتا انہی دنوں آمنہ کے ہاں جڑواں بچوں کی ولادت ہوئی بچوں کے کام اتنے تھے کے وہ پورے نہ کرپاتی نہ نیند پوری ہوتی ایک سوتا تو دوسرا جاگ جاتا اس وجہ سے آمنہ کی صحت دن بہ دن گرنے لگی اسکی مدد کے لیے ہاجرہ نے ملکہ کو بھجوایا وہ صبح سے شام تک آمنہ کے ساتھ ہوتی اور اسکے چھوٹے چھوٹے کام کر کے دیتی ایک دن بچے سو رہے تھے تو وہ آمنہ کے ساتھ سٹور کی صفائی کروا رہی تھی جب سٹور میں رکھی سلائی مشین پر آمنہ کی نظر پڑی۔

"امی نے مشین تو بے کار میں دے دی میں نے کون سے سلائی کرنی ہے یہاں" آمنہ بیزاری سے کہتی کپڑے سے مشین جھاڑنے لگی۔

"باجی میں سمیر اور ازمیر کے کرتے بنا دوں اس مشین سے" ملکہ مشین دیکھتے ہی بولی۔

"تمہیں آتی ہے سلائی ؟" آمنہ نے پوچھا تو فٹ سر ہلانے لگی۔

آمنہ نے اپنی مشین اسے دے دی اس طرح وہ سلائی بھی سیکھ گئی کون سا ہنر تھا جو بڑے ہوتے اس نے نہیں سیکھا سلائی کڑھائی یہاں تک کہ آمنہ کے ساتھ لگ کر کھانا بنانا بھی سیکھ لیا اور پھر آمنہ کے گھر آنے سے پہلے ایک بیوٹی پارلر میں کورس بھی کیا ملکہ بالا کی زہین تھی بس اُسے آگے بڑھنے کے لیے تھوڑے سہارے کی ضرورت تھی وہ کوئلے کی کان میں ایک چھپا ہوا ہیرا تھی جس پر خود کو منوانے کی دھن لگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہر وقت میں اسکی مدد کو ایسے لوگ بھیجے جو اسکی خوبیوں سے واقف تھے

اور اسے آگے بڑھنے کی حوصلہ افزائی کرتے تھے وہ اقبال کا قول ہے نہ

"ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی"

وہ دنیا کے ہر ہنر کو تسخیر کر لینا چاہتی تھی لیکن ہمیشہ زندگی میں ہماری خوشی میں خوش ہونے والے ملیں یہ ضروری تو نہیں۔

بوسیدہ سا لکڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے ٹھاٹ کا پردہ گرایا تو اسکے پیچھے وہی کھڑی تھی جس سے وہ کالی بلی کی طرح ڈرتی تھی اسکا تو منہ ہی کڑوا ہوگیا آگے سے چھوٹی آنکھوں والی چپٹے چہرے والی اور چھوٹی گول ناک والی حبیبہ کھڑی تھی لمبی ویلوٹ کی میکسی اور کانوں میں لمبے سے بُندے پہن رکھی تھی اور چوئنگ گم چباتی ملکہ کو سر سے

پیر تک دیکھتی ہوئے مسکرانے لگی ملکہ نے اسے پوری طرح سے نظر انداز کر دیا اور اپنا عبایہ سنبھالتی تیز تیز چلنے لگی

"سنا ہے آجکل پارلر میں لوگ صرف تم سے کام کروانے آتے ہیں" نخوت سے کہتی اس نے اسے جاتے دیکھا۔

"آپ بھی آجائیں چچی اگر چہرہ نہ بدل دیا میں بھی ملکہ نہیں" کہتی وہ سر جھٹک کر اپنی منزل کی طرف جانے لگی۔

" خاندان کا ہر لڑکا تم سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ بیچارے کیا جانیں تم باہر کہاں کہاں کیسے کیسے گھروں میں جاتی ہو اللہ کا شکر ہے ہم غریب ہیں مگر اپنی عزت کا سودا کروڑوں میں بھی نا کریں" زہریلی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لیے ناک سے مکھی اڑائی ملکہ کے تو مانو سر پہ لگی تلووں پی بھجی جی چاہا کہ اسکا منہ ہی نوچ لے۔

"حیرت ہے آپکی بہن تو روز آپکی عزت کا جنازہ مفت میں نکالتی ہے" بازو سینے پر باندھے وہ حبیبہ کے قریب آئی اور بہت ہی سرد لہجے میں کہا آگے سے حبیبہ پیچ و تب کھا گئی۔

"کیا کہا تم نے ؟" حبیبہ تیزی سے اسکی جانب بڑھنے لگی کہ پیچھے سے ملکہ کی بہن سلطنت نکلی۔

"ارے چچی آپ کے لیے تو میں نے چائے بنائی ہے میٹھے پراٹھے بنائے ہیں شہد والے جلدی چلیں ٹھنڈے ہو جائینگے" سلطنت چچی کا بازو کھینچتے اندر لے گئی اور آنکھ کے اشارے سے ملکہ کو جانے کا کہا۔

"دیکھ لوں گی تمہیں میں" غصے سے کہتی وہ سلطنت کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہوئی۔

ملکہ کے لیے آئے روز حبیبہ اور کئی رشتے داروں کے اس طرح کی باتیں برداشت کرنا مشکل ہوتا جا رہا تھا کیوں کہ وہ

چپ رہنے والوں میں سے نہیں تھی اور آگے سے سب جا کر اسکی ماں کا گریبان پکڑتے ہمارے اپنے ہی لوگ ہمارے زندگی بد سے بدتر بنانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

پارلر سے نکل کر اسے اپنا کمپیوٹر کورس کرنے اکیڈمی جانا تھا اسکے بعد آمنہ کے گھر جانا تھا آمنہ سے اسکا رشتہ اب بڑی بہنوں جیسا تھا وہ نہ بھی بلاتی لیکن وہ ملنے چلی جاتی کیوں کہ وہ اسکی محسن تھی آمنہ کا سوچتے ہی اُسکا دل خوشی سے بھر جاتا تھا۔

"انٹرپرینیور پیسہ تب کماتے ہیں جب وہ اپنے کام کو وقت دیتے ہیں اگر آپ وقت نہیں دے سکتے تو آپ شکایت ہی کریں گے اور کچھ نہیں" سر عبید کلاس کے آخر میں اپنے

روز کا دہرایا ہوا جملہ آج دوبارہ دہرا رہے تھے کلاس ختم ہو چکی تھی تو ہر کوئی کلاس سے نکل رہا تھا جب سر عبید نے اُسے پکارا۔

"ملکہ آپکا لیپ ٹاپ اگلے ہفتے تک مِل جائے گا" سر عبید نے اسے خوش خبری سنائی

"ہا سچّی سر!" ملکہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا اس نے اکیڈمی کی طرف سے کچھ ضرورت مند اسٹوڈنٹس کو لیپ ٹاپ ملنے کی سکیم میں درخواست دی تھی جو یقیناً سر عبید کی کوشش کی وجہ سے منظور کر دی گئی تھی۔

"بالکل مبارک ہو" سر عبید مسکرا کر کہتے ہوئے اپنی چیزیں اٹھا کر باہر نکلے۔

جب ہمارا دل تلخی سے کملا جاتا ہے تو ایک اچانک سے خوش خبری دل کو تازگی اور بہار بخشتی ہے۔

آمنہ کے گھر سے نکل کر وہ اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی آمنہ کا گھر ایک پوش علاقے میں تھا اور ملکہ کا گھر اس پوش علاقے دوسری طرف ایک خالی پلاٹ پر بنا ایک عارضی کچا گھر تھا سڑک کنارے چلتے ہوئے اسے محسوس ہوا کوئی اسکی پیچھے آرہا تھا مڑ کر دیکھا تو وہ تھا ۔

"تم یہاں ؟" سپاٹ چہرے کے ساتھ کہتی وہ مڑی ۔

"کیوں اس سڑک پہ میرا چلنا سرکار نے بند کر رکھا ہے ؟" وہ الٹا برا مان کر بولا ۔

"جیسے میں تو تمہیں جانتی نہیں" اسکے قدم تیز ہوئے پیچھے سے ضمیر بھی تیز تیز چلتا اس سے قدم ملانے لگا تھوڑا لمبا چوڑا چینی شکل والا لڑکا جسکے بال ملکے بھورے چہرہ گورا بالکل

ملکہ جیسا لیکن سخت جیسے بہت زیادہ مزدوری کرنے سے اسکے پٹھے اور جسامت چوڑی اور سخت بنا دی تھی جیسے آج کل کے نوجوان جم میں مہینوں خوار ہوتے ہیں اس طرح کی مسلزبنانے کے لیے۔

"ہاں تم مجھے جانتی نہیں ورنہ تمہیں پتہ ہوتا کب سے میں یہاں کھڑا تمہارا انتظار کر رہا تھا" ضمیر نے گلہ کیا۔

"تو میں نے تو نہیں کہا تھا کہ میرا انتظار کرو اور ویسے بھی کسی نے تمہیں میرے ساتھ دیکھ لیا کیا کیا باتیں بنائینگے تم نہیں جانتے کیا؟" ملکہ نے احتیاطاً نظریں گھما کر دیکھا کہیں چچی تو نہیں دیکھ رہی۔

"تو کہتے رہیں شادی کرنا چاہتا ہوں تم سے زندگی گزارنا چاہتا ہوں تمہارے ساتھ کوئی عشق عاشقی نہیں کرنا چاہتا پاکیزہ رشتے میں بندھنا چاہتا ہو بس جاننا چاہتا ہوں کیا تم

بھی میرے لیے وہی محسوس کرتی ہو جو میں کرتا ہوں" وہ صاف لفظوں میں اپنے جذبات کا اظہار کر گیا یہ دیکھے بغیر کہ شرم کے مارے ملکہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"کیسی بے شرمی والی باتیں کرتے ہو تم" بے قابو ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے بس اتنا ہی کہہ اسکی چہرے پر بڑی آسودہ سی مسکراہٹ رینگی تھی۔

"پتہ ہے میں نے بجلی کا کام بھی پورا سیکھ لیا ہے اب اپنا گیراج کھولوں گا اور ساتھ میں بجلی کا کام بھی کروں گا شادی کے بعد ہم ان کچے گھروں میں نہیں رہیں گے ملکہ ہم پاکستانی شہریت لے کر یہیں اپنا خوبصورت سا آشیانہ بنائیں گے" بہت ہی نرم لہجے میں کہتا ضمیر مستقبل کے خواب بن رہا تھا۔

"اِن شا اللہ" ملکہ خوش ہوتے ہوئے بولی پھر زباں دانتوں تلے دبا لی۔

"اوہ ! اسکا مطلب" وہ کہنے لگا ہی تھا کہ ملکہ بھاگ گئی اور گلی سے مڑ کر اپنے گھر کے اندر گھس گئی ضمیر مسکراتا ہوا واپس ہو گیا۔

چن لیا تمہیں سارا جہاں چھوڑ کر

سلطنت کی شادی کی تیاری تھی اسکے بھائی روزی خان نے اس کے منگیتر سے دس لاکھ لے کر شیریں بی کو صرف دو لاکھ دیے جس سے سلطنت کا جہیز تیار کر رہی تھی گھر میں تناؤ کا وماحول تھا آج بھی شیریں بی ہاجرہ باجی کے گھر کام کرتے ہوئے بیہوش ہو گئیں ملکہ نے آکر روزی کو کہا کہ چلو ماں کو جا کر لے آتے ہیں۔

"میں نے کیا تم لوگوں کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے رات بھر کتوں کی طرح مزدوری کر کے آیا ہوں میری بیوی بیمار ہے اب میں کس کس کو سنبھالتا پھروں" روزی کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا پٹخ کر زمین پر دے مارا سدا کا بدلحاظ روزی ماں کا لحاظ بھی نا کر اسکا۔

"سلطنت کی شادی کے پیسے نا کھا جاتے تو ماں سکوں کا سانس لیتی جوان بیٹے کے ہوتے ہوئے بھی لوگوں کے گھروں میں ذلیل ہیں" ملکہ غُصّے سے کہتی اسکے سامنے تن کر کھڑی ہوئی۔

"آج تو تمہارا منہ توڑ دوں گا میں دو چار کورس کر کے خود ہیروئن سمجھنے لگ گئی ہے" روزی بھی دھاڑا کہ سات ماہ کی حاملہ بیوی اسے روکنے لگی اور باہر سے سلطنت بھی آوازیں سن کر اندر بھاگ آئی۔

"چلو ملکہ ماں کو لینے چلتے ہیں کیوں الجھ رہی ہو اس سے" سلطنت اسے کھینچتے ہوئے لے گئی۔

"ہاں ہاں جاؤ بڑے پیسے کما رہی ہو نا تو دے دو ماں کو قبر میں لے جانے کو چھپا رکھے ہیں کیا" روزی ابھی تک چلائے جا رہا تھا۔

ماں کو ہسپتال ہاجرہ باجی لیکر گئی تھیں ملکہ انہیں واپس لائی شیریں بی کو بستر پر لٹایا سلطنت انکی دوائیں دے رہے تھی جب ملکہ نے اپنی الماری کھول کر اس میں سے ایک چھوٹی ڈبی نکالی اس میں سے رکھے لفافے میں سے پیسے نکال کر ماں کی گود میں رکھے

"کوئی ضرورت نہیں اب اس حال میں کہیں جانے اور کام کرنے کی" شیریں بی نے تھکن زدہ چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا

"نہیں ملکہ یہ تیرے ہیں آخر کو تیری بھی تو شادی ہونی ہے" وہ نقاہت زدہ آواز میں بولی کمرے میں جلتے پیلے بلب کی روشنی میں بھی ملکہ کی آنکھوں کا کرب چھپا نہیں تھا

"تب کی تب دیکھیں گے آپ بس سلطنت کی چیزیں برابر کر دیں" شیریں بہت خوش ہوئی اور جھولی اٹھا کر اسے دعائیں دینے لگی۔

"ضمیر کی ماں نے تمہارا ہاتھ مانگا ہے بڑا ہی اچھا بچہ ہے محنتی اور صالح" شیریں بی اب جانچتی نظروں سے ملکہ کو دیکھنے لگی۔

"ارے ماں ہاں کر دے مجھے پتہ ہے ملکہ کو بھی اچھا لگتا ہے" ماں کے کندھے سے لگی سلطنت بولی۔

"مجھے نہیں پتہ" شرما کر سرخ چہرہ لیے وہ کمرے سے باہر بھاگی۔

سلطنت کی شادی کا دن آپہنچا انکے چھوٹے سے کچے صحن
میں سرخ قالین بِچھے تھے اور اطراف میں لائٹ لگائے
تھے سلطنت کو سفید رنگ کی میکسی پہنا کر جالی والے
دوپٹے سے گھونگھٹ کر رکھا تھا جبکہ ملکہ نے میرون رنگ کی
میکسی جسکی کمر پر گولڈن سکوں والی بیلٹ باندھ رکھی تھی
اور سر پر ہرا سلک کا پھول دار رومال بندھا تھا میک اپ
اس نے اپنا بھی خود کیا تھا سلطنت کا بھی کیا تھا دونوں
ہی بہت حسین لگ رہیں تھیں انکے ہاں رواج ہے کہ
دولہا دلہن کو شادی کے دن ساتھ بٹھاتے ہیں دلہن دولہے
کو میٹھی روٹی کھلاتی ہے بدلے میں دلہا اسے کوئی تحفہ دیتا
ہے دولہا کو بلوایا گیا ساری لڑکیاں قطار میں کھڑی اُنکی
خوشیوں کے نغمے گا رہے تھیں دولہا آیا اسکے ساتھ اسکے

دوست بھی آئے جن میں ضمیر بھی تھا ضمیر تو ملکہ کو دیکھ کر کھل ہی گیا سفید شلوار قمیض میں وہ بہت پیارا لگ رہا تھا اسکی تو نظریں ملکہ سے ہٹ کر ہی نہیں دے رہی تھیں دل تھا کہ اس ملکہ کے آگے ہتھیار ڈالے ہوئے تھا جو دل کے تخت پر براجمان تھی اور شاید اس محفل میں ایسی کوئی لڑکی نہ تھی جو ضمیر کا ساتھ نہ چاہتی ہو۔

اور شیریں بی نے بھی ضمیر کی ماں کو رضامندی دے دی تھی تب ہی دونوں ایک دوسری کو دیکھتے ہی ایک نئے جذبے اور احساس سے گزر رہے تھے۔

مختصر یہ کہ تم پیارے ہو
خلاصہ یہ کہ جان سے بھی زیادہ

اگلے ہفتے ملکہ کی منگنی ہونی تھی لیکن وہ بہت مصروف تھی اسے اب بہت سے پیسے کمانے تھے وہ خواب جو ضمیر نے دیکھا تھا اب اسکی آنکھوں میں بھی سج گیا تھا انکا اپنا چھوٹا سا آشیانہ ۔

وہ گھر میں کام نہیں کر سکتی تھی اس لیے اکیڈمی میں اپنا لیپ ٹاپ لے کر آتی تھی یہیں سے انٹرپرینیور شپ کرتی جس سے فِلحال دن میں دو سے تین ہزار کما لیتی تھی انہی دنوں اسے ایک کمپنی کی گرافک ڈیزائننگ کا کام ملا جس سے اُسے دو سے تین لاکھ ملنے تھے اور پارلر کی کمائی الگ لیکن ابھی اُسے بہت آگے جانا تھا ۔

وہ اکیڈمی سے نکلی تو عصر کا وقت تھا گھرے بادل چھائے تھے وہ تیز تیز چلنے لگی تب ہی ایک بائک اسکے ساتھ آکر رکی

مڑ کر دیکھا تو ضمیر بیٹھا تھا کالے شلوار سوٹ میں بہت جچ رہا تھا ملکہ کے چہرے پر محبت بھری مسکراہٹ پھیلی ۔

"تم کیوں آئے ہو ؟"

" اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھنے" اس نے جواب دیا ۔

"تمہاری ہونے والی بیوی کو گھر جانا ہے بارش ہونے والی ہے" اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

"لیکن مجھے اپنی ہونے والی بیوی کے ساتھ بارش میں پکوڑے کھانے ہیں" وہ بائک کی ٹنکی پر کہنی رکھ کر بڑی فرصت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا ۔

"کیسے چلونگی میں تمہارے ساتھ"۔

"فراری ہے ناں" اس نے اپنی بائک کو تھپتھپایا ملکہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا ۔

"چلو آج ہم بھی فراری کی سواری کرتے ہیں" وہ آکر اسکے پیچھے بیٹھی پکوڑے لے کر قریب ہی پڑتے ایک باغ کی طرف چلے جہاں بڑے بڑے درختوں کے نیچے بینچ لگے تھے جس میں سے ایک بینچ پر وہ بیٹھ گئے اور پکوڑوں کا پیکٹ کھول کر کھانے لگے۔

"پتہ ہے میں نے سوچا ہے کہ بہت سارے پیسے جمع کر کے ہمارے گھروں سے تھوڑی دور ایک جگہ ہے جہاں چھوٹے چھوٹے گھر بنے ہیں وہاں ایک گھر لیں گے" ملکہ نے پکوڑا چٹنی میں ڈبوتے ہوئے کہا۔

"ہاں ان شا اللہ لیکن جب کل آئیگا تو اللہ پاک اسکا وسیلہ بھی لائیگا جو ابھی ہم جی رہی ہیں نا ملکہ وہ ہماری زندگی کا سب سے بہترین پل ہے شاید ہم اسکے بعد سینکڑوں بار بھی آجائیں یہاں پکوڑے کھائیں ہم یہی لمحے یاد کریں گے

اس لئے کہتا ہوں اِسی لمحے کو جیو کل کا مالک اللہ ہے "ضمیر نے کہہ کر پکوڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا اور مسکرایا۔

"باتیں تو بہت اچھے سٹوڈنٹس کی طرح کرتے ہو" ملکہ نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں میں اچھا اسٹوڈنٹ تھا لیکن ہم کہاں آگے بڑھ سکتے ہیں ملکہ ہم آگے بڑھ گئے تو گیراج کون چلائے گا تندور کون چلائے گا ہوٹلوں میں چائے کون دیگا" بظاہر تو وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا لیکن ملکہ نے اسکی آنکھوں کی اداسی بھامپ لی اور یہ درد ملکہ سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ جب وسائل نہ ہوں تو تعلیم اور ڈگری ایک لگژری ہیں ملکہ نے اسکی طرف پانی کی بوتل بڑھائی جسے اس نے تھام لی۔

"اب جا کر تھوڑی دیر بارش میں کھڑے ہو جاؤ"

"وہ کیوں" اس نے چونک کر پوچھا

"آخر میں بھی تو دیکھوں تم اپنی ہونے والی بیوی کی کتنی بات مانتے ہو" ملکہ نے اتراتے ہوئے کہا تو ضمیر اپنی انگلیاں اپنے ملکے بھورے بالوں میں چلانے لگا درخت کے نیچے سے اٹھ کر وہ برستی بارش میں کھڑا ہو گیا۔

"اگر اور بھی کچھ منوانا ہے تو میں حاضر ہوں" بارش میں بازو پھیلائے کھڑا ملکہ سے کہہ رہا تھا جب کہ وہ کھلے دل سے مسکرا رہی تھی تب ہی ضمیر نے اسے بارش میں آنے کا کہا وہ بھی اٹھ کر برستی بارش میں کھڑی ہو گی اور دونوں ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔

طویل راستہ
ہلکی بارش
ہزاروں باتیں
میں اور تم

ایک دن بعد منگنی ہونی تھی لیکن قسمت میں تو کچھ اور ہی لکھا تھا اور ملکہ کی زندگی کا پاسا ایسا پلٹا کہ جب مستقبل تابناک اسکی آنکھوں کی آگے چمک رہا تھا اور وہ زور و شور سے اپنی تیاریوں میں لگی تھی منگنی سے ایک رات پہلے روزی خان کی بیوی کی حالت بگڑی ابھی ڈلیوری میں بہت وقت تھا لیکن وقت سے پہلے ہی اسکا بی پی شوٹ کر گیا ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی وہ نئی شادی شدہ جواں لڑکی دم توڑ گئی بچہ بھی نہ بچ سکا کیوں کہ اسکا وقت پورا نہ تھا اس طرح خانہ شادی خانہ مرگ بن گیا ملکہ کو اپنی منگنی رکنے سے زیادہ اپنی جوان بھابھی کی موت کا تھا۔

روزی خان اپنے گھر سے نکل کر کہیں باہر جا رہا جب پیچھے سے حیبہ کی آواز آئی

"اے روزی آج کل بڑا کھویا کھویا رہتا ہے "حبیبہ ایسے کہہ رہی تھی جیسے دلی رنج ہوا ہو۔

"بس چچی سمجھو ساری پونجی ڈوب گئی اب دل اس دنیا سے ہی اُچاٹ ہو گیا ہے" روزی نے بڑے رنجیدہ لہجے میں کہاں۔

"ہاں بیٹا غم بھی تو ایسا ہے گھر والی بھی گئی بچہ بھی گیا اور زندگی بھر کی کمائی بھی گئی کتنے دیے تھے اسکے لیے دس لاکھ ہے ناں ؟" حبیبہ بڑے بھولپن سے ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کے بولی روزی کچھ کہہ نا سکا بس سر ہلا کر رہ گیا

"دوبارہ گھر بسا لے بیٹا" حبیبہ می پچکارتے ہوئے کہا

"چچی اب پیسے کہاں ہیں شادی کرنے کو ؟" روزی نے دل گرفتگی سے کہا

"لو ! یہ بھی کوئی پریشانی کی بات ہے گل مینا سے کر لو میں ایک روپیہ نہیں لونگی اپنی بہن کا تم سے "حبیبہ پیار سے اسکی پیٹ تھپتھپائی حبیبہ کی بات سنتے ہی روزی کے ویران چہرے پر بہار سے آئی۔

"سچ خالہ"۔

"ارے ایسی بات بھی کوئی مذاق میں کرتا ہے بھلا "حبیبہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"لیکن" روزی کسی بات کو لیے متذبذب تھا۔

"لیکن بدلے میں ایک شرط ہے میری" حبیبہ مکرو آنکھوں میں ایک چمک آئی۔

"امجد کے لیے ملکہ دے دو اپنے لیے گلمینہ لے جاؤ" حبیبہ کی بات سن کر روزی چونکا۔

"لیکن خالہ ملکہ کی منگنی ہو چکی ہے"

"کہاں ہوئی ہے منگنی تو ہوئی ہے نہیں صرف زبانی کلامی ایک بات ہوئی ہے وہ بھی شیریں بی جیسی سادی بندی کی بات کی کیا حیثیت" حبیبہ اسے دام میں لاتے ہوئے بولی۔

"ضمیر کہاں ہونے دیگا یہ سب جانتی تو ہیں آپ اسے کسی کی جرات نہیں اس سے بات کر سکے" روزی نے اصل مسئلہ بیان کیا۔

"ایک نمبر کا لفنگا ہے کتنی بار تو میری مینا کے پیچھے آیا وہ میں سنبھال لوں گی تم بس گھر میں سب کو راضی کرلو" حبیبہ روزی کو قائل کر چکی تھی اب آگے جو بھی کرنا ہے روزی نے کرنا ملکہ سے اس سے زیادہ بہتر بدلہ کیا ہو سکتا تھا کہ اپنے نکمے بھائی کے پلّے باندھے اسکی ساری کمائی پر پنجے گاڑھ دے۔

آج ملکہ کو پارلر کے لیے کچھ زیادہ ہی دیر ہو گئی میڈم اسے سیدھا کر دیں گی وہ گھر کا دروازہ بند کر کے ٹھاٹ کا پردہ گرا کر نکلی کہ دروازے کے سامنے اسکی ماں کا دور پرے کا بھائی بیٹھا تھا جو بہت سال پہلے ایک بلڈنگ میں کام کرتے ہوئے تیسرے مالے سے گر کر سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے اندھا ہو گیا تھا لیکن اندھے پن کے با وجود کوئی عورت پاس سے گذرتی یہ اسکے لیے گانا گانا شروع کر دیتا۔

"عظمت لالہ تم یہاں کیا کر رہے ہو" ایک لمحے کو وہ روکی۔

"تیرے پیچھے ایک شیطان ہاتھ دھو کر پڑا ہے" خلاؤں میں گھورتے ہوئے وہ اٹک اٹک کر بولا۔

"کیا مطلب" وہ نا سمجھی سے پوچھنے لگی لیکن دور اندر دل میں کچھ ڈوبا تھا کیوں کہ ملکہ بہت اچھے سے جانتی تھی عظمت یہاں وہاں لوگو کی باتیں سنتا رہتا ہے کان لگاتا ہے وہ اتنا بے ضرر ہے کہ لوگ اسے ان دیکھا کر دیتے ہیں یقیناً اس نے کچھ سنا ہے۔

"وہ تمہیں رلائے گی" ملکہ کا دل دہل رہا تھا

"کون ہے وہ تم بتاؤ عظمت تم نے کسی کی باتیں سنی ہیں ناں بولو کس کی باتیں سنی ہیں" ملکہ اسکی منت کرنے لگی لیکن وہ بغیر کچھ کہے چلا گیا۔

"ہہہ! پاگل کہیں کا موڈ خراب کر دیا میرا" ملکہ سر جھٹکتی کام پر جانے لگی آج اُسے آمنہ کے پاس جانا تھا کیونکہ وہ اس گھر سے کہیں اور شفٹ ہو رہی تھی اور اسے آمنہ کو اپنی اور ضمیر کی منگنی کی خوش خبری بھی دینی تھی۔

"اب منگنی کی کیا ضرورت ہم ڈائریکٹ شادی کریں گے" ضمیر اس ہی بینچ پر درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیا جلدی پڑی ہے "ملکہ بھنویں سِکوڑ کر بولی۔

"گھر کا ایڈوانس دے چکا ہوں اگلے مہینے قبضہ مل جائیگا پھر کیا میں اکیلا گھر میں ناچتا پھروں ؟" وہ بھی تیز ہوا۔

" وہ تو میری ماں ہی فیصلہ کریں گی کہ کب ہوگی شادی ؟"

"میں جیجا کو منا لونگا "وہ بولا تو لہجے میں یقین تھا دونوں نئی زندگی کی منصوبوں میں مصروف تھے ہاں ضمیر نے ٹھیک کہا تھا کہ زندگی میں اب وہ جو جی رہے تھے وہ انکے کے لیے یادگار بننے والا تھا۔

وہ اپنے چھوٹے سے باورچی خانے میں بیٹھی روٹیاں بنا رہی تھی جب اسکے اور ماں کے کمرے سے زور زور سے چلانے کی آواز آئی وہ بھاگتی ہوئی اندر گئی تو روزی کھڑا تھا اسکی ماں اپنا سر پیٹ رہی تھی۔

"مجھے پتہ ہوتا تو ایسا ناخلف بیٹا ہوگا تو میں اپنا پیٹ کاٹ دیتی لیکن تجھے پیدا ہونے نہ دیتی" شیریں بی سر پیٹتی بولی آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے ملکہ دوڑ کر ماں کو سنبھالا۔

"کیا ہوا ماں کیوں رو رہی ہے تو ؟" ملکہ نے حیرانی اور پریشانی سے پوچھا۔

"یہ تیرا بھائی نہیں تیرا دشمن ہے تیری بربادی پڑھنے آیا ہے "شیریں بی روتے ہوئے کہا جیسے آواز گلے میں اٹک گئی تھی۔

"تو کیا مجھے اتنا حق نہیں اسکے بھلے کا ہی تو کہہ رہا ہوں "روزی خان چمک کر بولا ۔

"کیوں سوچ رہے ہو میرا بھلا ؟" ملکہ کو ابھی تک سمجھ نہیں آیا کہ مسئلہ دراصل ہے کیا ۔

"یہی کہ تیری شادی ضمیر سے نہیں امجد سے ہوگی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے " روزی انگشتِ شہادت دونوں ماں بیٹی کی طرف اٹھا کر بولا ملکہ کے سر پر تو آسمان ٹوٹ پڑا وہ سکتے میں کھڑی اپنے بھائی کو دیکھ رہے تھی کہ واقعی جو اسکا دشمن بن چکا تھا ۔

"میں مر کر بھی اپنی شہزادیوں جیسی بیٹی اس موالی کو نہ دوں تمہارا فیصلہ نہ میں مانوں گی نا ملکہ " شیریں بی چیخ کر بولی

"مجھے پتہ ہے تم ماں بیٹی کو کس بات کا غرور ہے " کہتا ہوا وہ ملکہ کی الماری کی طرف بڑھا الماری میں سے ملکہ کا لیپ

ٹاپ نکالا اور زمین پر دے مارا ملکہ سن سی کھڑی تھی یہ دیکھ ایک چیخ اسکے حلق سے بلند ہوئی اور اس جھپٹ پڑی اسکا منہ نوچنے لگی لیکن وہ مرد تھا جسامت میں مضبوط اُسے خود سے الگ کر کے زمین پر پٹخ دیا شیریں بی ملکہ کی طرف لپکی۔

"کل نکاح ہوگا ملکہ کا امجد سے اور میرا گل مینہ سے تیار رہنا" تنبیہ کرتا وہ نکل گیا اور پیچھے شیریں بی سارا قصہ سمجھ گئیں۔

شبیر گنگناتا ہوا گھر سے نکل کر گاڑی میں بیٹھا تھوڑے سے فاصلے پر حبیبہ کھڑی تھی اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکا شبیر کا تو منہ ہی کڑوا ہو گیا صبح صبح کالی بلّی کی طرح اسکا رستہ کاٹ گئی سارا دن برباد۔

ہوتے ہیں نا کچھ لوگ جنکی نیگیٹو فطرت اور وائبز سے ہر کوئی ان سے دور بھاگتا ہے بس حبیبہ کے ساتھ بھی وہی قصہ تھا۔

"یہاں کیوں آئی ہو میری بیوی نے دیکھ لیا ناں اپنے مسٹنڈے بھائیوں سے مجھے بھی مروائے گی تمہیں اور تمہاری بہن کو بھی" شبیر نے آس پاس نظریں گھوما کر گویا تسلّی کی۔

"بس یہ آخری بار ایک کام کر دو اسکے بعد ہم کبھی نہیں ملیں گے "حبیبہ اسکی گاڑی میں بیٹھی اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھی اور پیچھے خاک اڑتی رہ گئی۔

ضمیر کو جیسے ہی ملکہ کا فون آیا تمام روداد سن کر وہ بیحد پریشان ہوا ایسے کیسے اسکی ملکہ کو اس سے کوئی چھین سکتا

ہے وہ اسکی تھی اسکی عزت اسکی ہونے والی منکوحہ کوئی اسکی طرف میلی آنکھ بھی کیسے اٹھا کر دیکھ سکتا تھا وہ گیراج سے بھاگتے ہوئے اپنی بائک لے کر نکلا سارا راستہ اسے ملکہ کی سسکیاں اپنے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح لگتی محسوس ہوئیں اس نے اپنے دوستوں کو بھی فون کر کے بلایا ان میں سے ایک پٹھان تھا جو پولیس میں حوالدار تھا۔

ملکہ کے گھر کے قریب ہی پہنچا تھا کہ گلی سے ایک تیز رفتار سرخ پک اپ اُسکی بائک کو ہوا میں اڑاتی تیز رفتاری سے نکل گئی۔

درد کی ایک تیز لہر اور جسم سے بہتا لہو وہ چاہ کر بھی اٹھ نہ پایا اور ملکہ اسکا کیا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا جسم مانو برف کی سِل بن گئی ملکہ انتظار کرتی رہ گئی۔

روزی خان اس وقت گھر کی طرف بڑھتا ہوا جا رہا تھا جب اسکے ایک رشتے دار نے اسے ضمیر کے ایکسیڈنٹ کا بتایا اور یہ بھی بتایا کہ پولیس اُسے شک کی بنیاد گرفتار کرنے آرہی ہے

"لیکن میں نے تو کچھ نہیں کیا میرا کیا قصور" روزی کے تو مانو پیروں تلے زمین کھسک گئی

"ضمیر نے خود کہا تھا کہ تم اسکی منگیتر کسی کے نکاح میں دے رہے ہو اور اپنے پولیس والے دوست کو بھی بلایا ہے اسے ہسپتال چھوڑ کر وہ تمہارے پیچھے ہی آرہا ہے" وہ کہہ کر چلا گیا روزی بہت پریشان ہوا یہ سب تو اس نے سوچا ہے نہ تھا اور جیل کے نام سے ہی اسے خوف آنے لگتا وہ حواس باختہ گھر کے اندر داخل ہوا۔

"ماں اپنا سامان باندھو ہم یہاں سے جا رہے ہیں" وہ گھبرایا سا تیز تیز بس اتنا کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا اتنے میں رشتے داروں کے کچھ لوگ بھی انکے گھر جمع ہوئے۔

" خالہ ضمیر نے خود مجھے فون کر کے بلایا کہ اسکی منگیتر کی زبردستی شادی کر رہا ہے روزی " سلطنت کا شوہر تھا سلطنت اپنی ماں کے پاس کھڑی انہیں سہارا دیے کھڑی تھی۔

"ایک سرخ پک اپ مار کے چلا گیا ضمیر تو اپنے راستے جا رہا تھا " ایک دوسرا رشتے دار باتیں کر رہا تھا جب زور سے کسی کے گرنے کی آواز آئی پیچھے مڑ کے دیکھا تو ملکہ گری پڑی تھی سب بھاگ کر اسکی طرف لپکے جب کہ اسکی دنیا اندھیر ہو چکی تھی۔

آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گے
غم نا سہی ہم ہی سہی

چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اُسکی نظریں خشک و خیرہ تھیں جیسے ایک زندہ لاش ہو وہ بائیس سالہ لڑکی اسّی سالہ غم اٹھائے بیٹھی تھی ایک پک اپ کے پچھلی سیٹ پر بیٹھی وہ اور اُسکی ماں اور اگلی سیٹ پر اسکا بھائی اونگ رہا تھا اب تو یاد بھی نہیں کتنے گھنٹے گزرے ہیں اس سفر کو میدان و ریگ زار باہر بھی ویرانی دل کے اندر بھی ویرانی اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی رکی وہ لوگ بارڈر پر تھے روزِی اترا اور آگے جا کر ایف آئی اے حکام سے بات کرنے لگا۔

"کچھ تو بولو بیٹا کچھ کھاؤ گی" اسے کھڑکی سے باہر دیکھتے شیریں بی نے دیکھا تو اسکے بال سہلاتی بولی۔

"ماں میرا کوئی ہنر میرے کام نا آیا میں تو بڑی بیکار نکلی آمنہ باجی غلط کہتی تھیں کہ میں کچھ کر دکھاؤں گی" بہت ہی پُر سوز لہجے میں میں کہتی وہ ابھی تک چاند کو گھور رہے تھی۔

"تمہارا کیا قصور میری جان یہ تو ان حیوانوں کا قصور ہے جنہوں نے تمہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے" شیریں بی آنسو پونچھتے بولی۔

"ضمیر زندہ ہوگا ناں اسے کچھ نہیں ہوا ناں ماں ؟" بے رونق آنکھوں میں امید سی چمکی

"ان شا اللہ وہ ٹھیک ہوگا" شیریں بی کی آواز نے اُنکا ساتھ نہ دیا۔

"ماں مجھے جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے ناں تو پتہ ہے مجھی سب سے زیادہ رونا کس بات پر آتا ہے ؟" شیریں بی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اپنے باپ کے مرنے کا اگر وہ ہوتے تو مجھے کوئی غم نہ ہوتا اس روزی کی مجال نہ ہوتی مجھے دکھ دینے کی مجھے ہر تکلف میں بابا بہت یاد آتے ہیں ماں وہ ہوتے تو میرے ساتھ ایسا نہ ہوتا " اب وہ سسکنے لگی تھی جو آنسو خشک تھے اب وہ بہنے لگے تھے شیریں بی کی گود میں سر رکھ کے وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

وہ لوگ اتنی بد حواسی اور جلدی میں نکلے کہ بس اتنا ہی معلوم ہوا کہ ضمیر کی حالت خطرے میں ہے اب وہ زندہ ہے یا نہیں انہیں کچھ معلوم نہیں تھا اس میدان میں وہ کہیں کھو جانا چاہتی تھی چاروں طرف مسافروں کی بھیڑ

تھی ٹرک ٹرالر اور اِسی طرح کے پک اپ جو مسافروں اور سامان سے لدے ہوئے تھے چار گھنٹے کے اذیت سے بھرے انتظار میں آخر انہیں موقع ملا کے وہ بارڈر کراس کر کے جا سکیں یہاں سے گاڑی نے انہیں بارڈر پر اتارا اپنا سامان وہ لوگ کندھوں پر اٹھائے سرحد پار گئے ایک کرایے کی گاڑی ملی جس میں بیٹھ کر وہ لوگ اپنے آبائی شہر کی طرف بڑھے جو افغانستان کے دوسرے بارڈر پر تھا ازبکستان سے ملتا تھا اسی لیے وہاں کی اکثر آبادی ازبک ہے۔

بیس گھنٹے کے اذیت ناک سفر کے بعد وہ لوگ اپنے گھر پہنچے زندگی میں پہلی بار اس نے قدم رکھا تھا یہاں ایک بڑا سا صحن کچے بنے قطار میں چار کمرے اور اور بائیں طرف شاید باورچی خانہ تھا پچھلے پچیس سال سے بند پڑا گھر جس کے دو کمروں کی چھتیں بھی گر چکی تھی یہ انکا آشیانہ تھا۔

"ہم اپنا آشیانہ بنائیں گے یہاں ہمارا اپنا گھر میں اور تم"
ایک سرگوشی سنی اور آنکھوں سے بل بل آنسو گرنے لگے
وہ زمین پر گرتی چلی گئی اور دوپٹہ منہ میں رکھ کے رونے
لگی۔

اسکا کالا ملگجا پِشواس مٹی میں اٹ گیا لیکن یہاں کسے پروا
تھا اس اجڑے صحن میں جہاں جا بجا جھاڑیا اُگی تھی اب
یہی اسکا نصیب تھا اور کہاں جانا تھا ضمیر کو کھو کر اب
خود کو بھی کھو دیا۔

ضمیر کا ہاتھ ٹوٹا تھا اور سر پر چوٹ لگی تھی چار دن
بیہوشی کے بعد جب ہوش آیا تم اپنی ماں کو اپنے پاس
پایا۔

"ماں ملکہ کہاں ہے "نقاہت بھری آواز میں کہا پہلے تو ماں اسے ٹالتی رہی جب وہ ناراض ہونے لگا تو ساری روداد سنا دی ضمیر کا جسم اُسکا ساتھ نہیں دے رہا تھا ورنہ اسکا بس نہیں تھا کہ اڑ کر اپنی ملکہ کو ڈھونڈ لائے ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی سب سے پہل سلطنت کے پاس گیا کہ وہ کہاں ہیں

"روزی گرفتاری کے ڈر سے بھاگ کر افغانستان چلا گیا اور انہیں بھی ساتھ لے گیا ہم تو پیدا ہی یہیں ہوئے ہمیں کیا پتہ وہاں کا پتا بس یہ پتا ہے بلخ کے شہر میں رہتے تھے ہمارا گھر وہیں تھا "اور یہ سنتے ہی ضمیر بھی وہیں چلا گیا کتنے ہی دن وہ بلخ میں مارا مارا پھرتا رہا یہ ایک سنگلاخ علاقہ تھا بہت زیادہ سرد جس سے اسکے بازو کا درد سوا ہوا بلخ ایک صوبہ تھا یہاں مختلف ضلعے تھے اب یہاں نہ کوئی روزی کو جانتا تھا نہ شیریں کو دو ماہ تک وہاں کی خاک چھان کر وہ نا

مراد واپس لوٹا کہ اب جسم کا درد اور دل کا درد اس سے برداشت نہیں ہو پا رہا تھا۔

دریا، کوہسار چاند، تارے
کیا جانیں فِراق و ناصبوری

دو سال بعد

آج پھر روزی کام پر گیا بس اتنا کما کر لایا کہ دو روٹیاں ہی کھا سکیں یہ دو سال جو انہوں نے یہاں گزارے بہت تکلیف دَہ تھے شیریں بی کی حالت خراب تھی ملکہ بہت پریشان تھی انکو قریب کے شہر لے گئے جہاں صحت کی کوئی خاص سہولت موجود نہیں تھی انہیں ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ انکا آپریشن پاکستان میں ہو گا اس لیے مجبوراً انہیں واپس آنا پڑا روزی انہیں بارڈر تک چھوڑنے آیا آگے سے

سلطنت اور اسکا شوہر سرحد کے پار انہیں لینے آئے اس طرح پورے دو سال بعد وہ واپس اس وطن لوٹ آئی جہاں اس نے زندگی کے سب سے خوبصورت لمحات گزارے تھے اب کی بار وہ کسی دوسرے علاقے میں رہنے لگے اور یہیں اُسے سارا ملی جس نے اسے آمنہ سے ملوایا۔

آمنہ صوفے پر ٹیک لگائے کتنی ہی دیر سن سے بیٹھی اس پر بیتی سن رہی تھی۔

"کیا تم نے ضمیر سے دوبارہ ملنے کی کوشش نہیں کی"

"مجھے نہیں پتہ وہ کہاں ہے ہم اس جگہ گئے ہی نہیں جہاں پہلے رہتے تھے نہ ہم نے کسی سے ملاقات کی ہے اور وہ بھی یہ جگہ چھوڑ کر جا چکا ہے سلطنت کا شوہر کہتا اس نے مجھے

بہت ڈھونڈا پھر بددل ہو کر یہ شہر ہی چھوڑ کر چلا گیا کہاں یہ کسی کو نہیں پتہ" ایس نے اداسی سے کہا۔

وہ جو اتنی ہنر مند اور ذہین تھی ایک دن میں ہزاروں کما لیتی تھی اب اسے فاقے کرنے پڑ رہے تھے سچ کہتی تھی ملکہ اسے اسکے نصیب نے اونچائی سے گرایا ہے کچھ لوگوں کی زندگی بہت مشکل ہوتی ہے وہ خود صبح سے اِسی شکایت میں لگی تھی کہ گھر کے کاموں میں کھپ گئی لیکن ابھی ملکہ کی محرومیاں دیکھ کر لگ رہا تھا کہ اسے تو اللہ نے ہر نعمت سے نوازا ہے جن میں سب سے بڑی نعمت اسکا ملک تھا جس میں وہ سر اٹھا کر جی رہے تھی آزادی سے ویسے اس نے کبھی بھی اپنے ملک کے لیے شکر ادا نہیں کیا تھا۔

اس نے ملکہ کو کل دوبارہ آنے کا کہا خود کتنی دیر بیٹھی گم سم سی اُسے ہی سوچتی رہی تب ہی اس نے فون اٹھایا اور اپنے چھوٹے بھائی عاشر کو کال ملائی جو فوج میں لیفٹیننٹ کرنل تھے۔

"عاشر ایک بندے کا پتا لگانا ہے"۔

وہ کئی دن سے آمنہ کے گھر کام پر آرہی تھی آمنہ نے اسے زبردستی اپنا پرانا لیپ ٹاپ تھما کر دوبارہ کام پر لگا دیا تھا ابھی بھی استری لگا کر بیٹھی ہی تھی کہ گھنٹی بجی۔

آمنہ کچن میں مصروف تھی اس لیے وہ دروازے پر آئی باہر کالے بادل چھائے تھے۔

"کون ہے ؟" میں ڈور کے سامنے سے آواز لگائی آکر دروازہ کھول کر درز سے جھانک کر دیکھا جو تھا اسکی پیٹھ تھی ۔

"کون ؟" وہ مڑا تو ملکہ کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گی ۔

"ضمیر " بس ہونٹ ہلے خوشی کے آنسو خوشی سے مسکراہٹ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا دل کی دھڑکنیں رک سی گی تھیں سامنے بھی یہی حال تھا بادل بھی گرجنے لگے تھے ۔

"بارش ہونے والی ہے اپنی ہونے والی بیوی کے ساتھ پکوڑے کھانا چاہتا ہوں" اس نے نم آواز میں کہا ۔

"فراری میں بٹھاؤ گے تو چلوں گی" وہ مسکرا کر بولی تو دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہونٹوں پر مسکراہٹ خوشی

کے آنسو فِراق کے بعد مِلن کے آنسو زندگی کی آزمائش پر وہ پورا اتر چکے تھے۔

ہم تیرے بعد بھی وابستہ رہے تجھ سے
تو نے قید نہ رکھا
ہم فرار نہ ہوئے